ٱلۡعَـٰدِيَـٰتِ Al-Adiat

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful

Name

The Surah has been so entitled after the word *al-adiat* with which it opens.

Period of Revelation

Whether it is a Makki or a Madani Surah is disputed. Abdullah bin Masud, Jabir, Hasan Basri, Ikrimah, and Ata say that it is Makki. Anas bin Malik, and Qatadah say that it is Madani; and from Ibn Abbas two views have been reported, first that it is a Makki Surah, and second that it is Madani. But the subject matter of the Surah and its style clearly indicate that it is not only Makki but was revealed

in the earlier stage of Makkah.

Theme and Subject Matter

Its object is to make the people realize how evil man becomes when he denies the Hereafter, or becomes heedless of it, and also to warn them that in the Hereafter not only their visible and apparent deeds but even the secrets hidden in their hearts too will be subjected to scrutiny.

For this purpose the general chaos and confusion prevailing in Arabia, with which the whole country was in turmoil, has been presented as an argument. Bloodshed, looting and plunder raged on every side. Tribes were subjecting tribes to raids, and no one could have peaceful sleep at night from fear that some enemy tribe might raid his settlement early in the morning. Every Arab was fully conscious of this state of affairs and realized that it was wrong. Although the plundered bemoaned his miserable, helpless state and the plunderer rejoiced, yet when the plunderer himself was plundered, he too realized how abject was the condition in which the whole nation was involved. Referring to this very state of affairs, it has been said: Unaware of the second life after death and his accountability before God in it, man has become ungrateful to his Lord and Sustainer. He is using the powers and abilities given by God for perpetrating tyranny and pillage; blinded by the love of worldly wealth he tries to obtain it by every means, however impure and filthy, and his own state itself testifies that by abusing the powers bestowed by his Lord he is being ungrateful to Him. He would never have behaved so, had he known the time when the dead will be raised from the graves, and when the

intentions and motives with which he had done all sorts of deeds in the world, will be exposed and brought out before everyone to see. At that time the Lord and Sustainer of men shall be well informed of what one had done and what punishment or reward one deserved.

نام

پہلے ہی لفظ العٰدِیٰت کو اس کا نام قرار دیا گیا ہے۔ زمانۂ نزول اس کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود، جابر، حسن بصری، عکرمہ اور عطاء کہتے ہیں کہ یہ مکی ہے۔ حضرت انس بن مالک اور قتادہ کہتے ہیں کہ مدنی ہے اور حضرت ابن عباس سے دو قول منقول ہوئے ہیں ایک یہ کہ سورت مکی ہے اور دوسرا یہ کہ مدنی ہے لیکن سورت کا مضمون اور انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہ نہ صرف مکی ہے بلکہ مکہ کے بھی ابتدائی دور کی نازل ہوئی ہے۔

موضوع اور مضمون

اس کا مقصود لوگوں کو یہ سمجھانا ہے کہ انسان آخرت کا منکر یا اس سے غافل ہو کر کیسی اخلاقی پستی میں گر جاتا ہے، اور ساتھ ساتھ لوگوں کو اس بات سے خبردار بھی کرنا ہے کہ آخرت میں صرف ان کے ظاہری افعال ہی کی نہیں بلکہ ان کے دلوں میں چھپے ہوئے اسرار تک کی جانچ پڑتال ہوگی۔ اس مقصد کے لیے عرب میں پھیلی ہوئی اس عام بدامنی کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس سے سارا ملک تنگ آیا ہوا تھا۔ ہر طرف کشت و خون برپا تھا۔ لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ قبیلوں پر قبیلے چھاپے مار رہے تھے اور کوئی شخص بھی رات چین سے نہیں گزار سکتا تھا کیونکہ ہر وقت یہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ کب کوئی دشمن صبح سویرے اس کی بستی پر ٹوٹ پڑے۔ یہ ایک ایسی حالت تھی جسے عرب کے سارے ہی لوگ جانتے تھے اور اس کی قباحت کو محسوس کرتے تھے۔ اگرچہ لٹنے والا اس پر ماتم کرتا تھا اور لوٹنے والا اس پر خوش ہوتا تھا، لیکن جب کسی وقت لوٹنے والے کی شامت آجاتی تھی تو وہ بھی یہ محسوس کر لیتا تھا کہ یہ کیسی بری حالت ہے جس میں ہم لوگ مبتلا ہیں۔ اس صورتحال کی طرف اشارہ کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ موت کے بعد دوسری زندگی اور اس میں خدا کے

حضور جواب دہی سے ناواقف ہو کر انسان اپنے رب کا ناشکرا ہو گیا ہے، وہ خدا کی دی ہوئی قوتوں کو ظلم و ستم اور غارت گری کے لیے استعمال کر رہا ہے، وہ مال و دولت کی محبت میں اندھا ہو کر ہر طریقے سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، خواہ وہ کیسا ہی ناپاک اور گھناؤنا طریقہ ہو، اور اس کی حالت خود اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ وہ اپنے رب کی عطا کی ہوئی قوتوں کا غلط استعمال کر کے ناشکری کر رہا ہے۔ اس کی یہ روش ہرگز نہ ہوتی اگر وہ اس وقت کو جانتا ہوتا جب قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنا ہوگا، اور جب وہ ارادے اور وہ اغراض و مقاصد تک دلوں سے نکال کر سامنے رکھ دی جائیں گے جن کی تحریک سے اس نے دنیا میں طرح طرح کے کام کیے تھے۔ اس وقت انسانوں کے رب کو خوب معلوم ہوگا کہ کون کیا کر کے آیا ہے اور کس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جانا چاہیے۔

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful.	اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
1. By the (horses) who run with panting breath. *1	قسم ہے سرپٹ دوڑنے والے (گھوڑوں) کی جو ہانپ اٹھتے ہیں *1	وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ۙ﴿۱﴾

***1 There is no indication in the words of the verse to show whether those who run imply the horses; only the word *wal-adiyat* (by, those who run) has been used. That is why the commentators have disputed as to what is implied by those who run. One section of the companions and their immediate successors has been to think that it implies the horses; another section says that it implies the camels. But since the peculiar sound called *dabh* is produced only by the panting, snorting horses, and the following verses also in which mention has been made of striking sparks and raiding a settlement early at dawn and raising clouds of**

dust, apply only to the horses, most scholars are of the opinion that horses are meant. Ibn Jarir says: Of the two views this view is preferable that by "those who run" horses are implied, for the camel does not breathe hard in running, it is the horse which does so, and Allah has said: By those runners which pant and breathe hard in running. Imam Razi says: The words of these verses proclaim that horses are meant, for the sound of *dabh* (panting breath) is only produced by the horses, and the act of striking sparks of fire with the hoofs too is associated with the horses, and, likewise, mounting of a raid early at dawn is easier by means of the horses than by other animals.

1*۔ آیت کے الفاظ میں یہ تصریح نہیں ہے کہ دَوڑنے والوں سے مراد گھوڑے ہیں، بلکہ صرف وَالْعٰدِیٰت (قسم ہے دوڑنے والوں کی) فرمایا گیا ہے۔ اسی لیے مفسرین کے درمیان اس باب میں اختلاف ہوا ہے کہ دوڑنے والوں سے مراد کیا ہے۔ صحابہ وتابعین کا ایک گروہ اِس طرف گیا ہے کہ اس سے مراد گھوڑے ہیں ،اور ایک دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ اس سے مراد اونٹ ہیں ۔ لیکن چونکہ دوڑتے ہوئے وہ خاص قسم کی آواز جسے ضَبح کہتے ہیں، گھوڑوں ہی کی شدّتِ تنفس سے نکلتی ہے، اور بعد کی آیات بھی جن میں چنگاریاں جھاڑنے اور صبح سویرے کسی بستی پر چھاپہ مارنے اور وہاں گرد اُڑانے کا ذکر آیا ہے ، گھوڑوں ہی پر راست آتی ہیں، اس لیے اکثر محققین نے اس سے مراد گھوڑے ہی لیے ہیں۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ "دونوں اقوال میں سے یہ قول ہی قابل ترجیح ہے کہ دوڑنے والوں سے مراد گھوڑے ہیں ، کیونکہ اونٹ ضَبح نہیں کرتا، گھوڑا ہی ضَبح کیا کرتا ہے ، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اُن دوڑنے والوں کی قسم جو دوڑتے ہوئے ضَبح کرتے ہیں۔" امام رازی کہتے ہیں کہ "اِن آیات کے الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ مراد گھوڑے ہیں ، کیونکہ ضَبح کی آواز گھوڑے کے سوا کسی سے نہیں نکلتی ، اور آگ جھاڑنے کا فعل بھی پتھروں پر سموں کی ٹاپ پڑنے کے سوا کسی اور طرح کے دوڑنے سے نہیں ہوتا، اور اسی طرح صبح سویرے چھاپہ مارنا بھی دوسرے جانوروں کی بہ نسبت گھوڑوں ہی کے ذریعہ سے سہل ہوتا ہے۔"

2. Then produce sparks by striking (their hoofs). *2	پھر آگ نکالتے ہیں مار کر (اپنے نعل)۔ *2	فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾

*2 Strike sparks: indicates that the horses run in the dead of night, for the sparks struck by their hoofs become conspicuous only at night.

*2 چنگاریاں جھاڑنے کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ گھوڑے رات کے وقت دوڑتے ہیں، کیونکہ رات ہی کو ان کی ٹاپوں سے جھڑنے والے شرارے نظر آتے ہیں۔

3. Then charge suddenly in the morning. *3	پھر اچانک چھاپہ مارتے ہیں صبح کو۔ *3	فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾

*3 The practice among the Arabs was that when they had to mount a raid on a settlement, they marched out in the night so as to take the enemy by surprise; then they would launch a sudden attack early in the morning so that everything became visible in the light of day, and at the same time it did not become so bright that the victim could notice their movement from a distance and be ready to meet the offensive.

*3 اہلِ عرب کا قاعدہ تھا کہ جب کسی بستی پر اُنہیں چھاپہ مارنا ہوتا تو رات کے اندھیرے میں چل کر جاتے تا کہ دشمن خبردار نہ ہو سکے، اور صبح سویرے اچانک اُس پر ٹوٹ پڑتے تھے تاکہ صبح کی روشنی میں ہر چیز نظر آسکے، اور دن اتنا زیادہ روشن بھی نہ ہو کہ دشمن دور سے ان کو آتا دیکھ لے اور مقابلہ کے لیے تیار ہو جائے۔

4. Then raise up thereby dust.	پھر اڑاتے ہیں اس سے گرد۔	فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾
5. Then penetrate thereby into the midst (of enemy).	پھر جا گھستے ہیں اس حالت میں مجمع میں (دشمن کے)۔	فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾

6. Indeed, mankind is to his Lord very ungrateful. *4	بیشک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ *4	اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّهٖ لَـكَنُوۡدٌ ۚ‏ ﴿٦﴾

*4 This is for which an oath has been sworn by the horses, which run with panting breath and dash off sparks at night, then raising dust rush to assault a settlement at dawn and penetrate into the enemy host. It is astonishing to note that a large number of the commentators have taken these horses to imply the horses of the Muslim fighters and the enemy host to imply the host of disbelievers, whereas the oath has been sworn to impress the point that man is highly ungrateful to his Lord. Now, obviously, in the course of Jihad for the sake of Allah, the rushing forth of the fighters' horses and their assaulting a host of disbelievers all of a sudden, does not at all support the point that man is ungrateful to his Lord, nor the following sentences, viz. man himself is a witness to it, and he loves the worldly wealth with all his heart, apply to the people who go out to fight in the cause of Allah. Therefore, one will have to admit that the oaths sworn in the first five verses of this Surah, refer, in fact, to the general bloodshed, looting and plunder prevalent in Arabia at that time. In the pre-Islamic days of ignorance the night was a very dreadful thing: in it the people of every tribe and settlement apprehended the danger of a sudden attack by some unknown enemy, and when the light of day appeared they would heave a sigh of relief that the night had passed in peace. The tribes did not fight only retaliatory wars but different tribes also raided others in order to deprive them of their worldly goods and

herds and to capture their women and children to be made slaves. This kind of tyranny and plunder was carried out mostly by means of the horses, which Allah is presenting here as an argument for the fact that man is ungrateful to his Lord. That is the powers which man is employing for fighting, shedding blood and plundering had not been given him by God for this purpose. Therefore this indeed is sheer ingratitude that the resources granted by Allah and the power given by Him should be used for causing chaos and corruption to spread in the earth, which Allah abhors.

4* یہ ہے وہ بات جس پر اُن گھوڑوں کی قسم کھائی گئی ہے جو رات کو پھنکارے مارتے اور چنگاریاں جھاڑتے ہوئے دوڑتے ہیں، پھر صبح سویرے غبار اُڑاتے ہوئے کسی بستی پر جا پڑتے ہیں اور مدافعت کرنے والوں کی جماعت میں گھس جاتے ہیں۔ تعجب اِس پر ہوتا ہے کہ اکثر مفسرین نے ان گھوڑوں سے مراد غازیوں کے گھوڑے لیے ہیں اور جس مجمع میں ان کے جا گھسنے کا ذکر کیا گیا ہے اُس سے مراد اُن کے نزدیک کفار کا مجمع ہے۔ حالانکہ یہ قسم اِس بات پر کھائی گئی ہے کہ "انسان اپنے ربّ کا بڑا ناشکرا ہے۔" اب یہ ظاہر ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ میں غازیوں کے گھوڑوں کی دوڑ دھوپ اور کفار کے کسی مجمع پر اُن کا ٹوٹ پڑنا اِس امر پر کوئی دلالت نہیں کرتا کہ انسان اپنے ربّ کا ناشکرا ہے ، اور نہ بعد کے یہ فقرے کہ انسان اپنی ناشکری پر خود گواہ ہے اور وہ مال و دولت کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے ، اُن لوگوں پر چسپاں ہوتے ہیں کہ جو خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے نکلتے ہیں۔ اس لیے لا محالہ یہ ماننا پڑے گا کہ اس سورہ کی ابتدائی پانچ آیات میں جو قسمیں کھائی گئی ہیں اُن کا اشارہ دراصل اُس عام کشت و خون اور غارت گری کی طرف ہے جو عرب میں اُس وقت برپا تھی۔ جاہلیت کے زمانے میں رات ایک بہت خوفناک چیز ہوتی تھی جس میں ہر قبیلے اور بستی کے لوگ یہ خطرہ محسوس کرتے تھے کہ نہ معلوم کونسا دشمن اُن پر چڑھائی کرنے کے لیے آرہا ہو، اور دن کی روشنی نمودار ہونے پر وہ اطمینان کا سانس لیتے تھے کہ رات خیریت سے گزر گئی۔ وہاں قبیلوں کے درمیان محض انتقامی لڑائیاں ہی نہیں ہوتی تھیں ، بلکہ مختلف قبیلے ایک دوسرے پر اِس غرض کے لیے بھی چھاپے مارتے

رہتے تھے کہ ان کی دولت لوٹ لیں، ان کے مال مویشی ہانک لے جائیں ، اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیں۔ اس ظلم و ستم اور غارت گری کو، جوزیادہ تر گھوڑوں پر سوار ہوکر ہی کی جاتی تھی، اللہ تعالیٰ اِس امر کی دلیل کے طور پر پیش کر رہا ہے کہ انسان اپنے ربّ کا بڑا نا شکرا ہے۔ یعنی جس طاقت کو وہ جنگ و جدل اور غارت گری میں استعمال کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اِس لیے تو نہیں دی تھی کہ اس سے یہ کام لیا جائے۔ پس در حقیقت یہ بہت بڑی ناشکری ہے کہ اللہ کے دیے ہوئے اِن وسائل اور اس کی بخشی ہوئی اِن طاقتوں کو اُس فساد فی الارض میں استعمال کیا جائے جو اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ ﴿٧﴾	اور بیشک وہ اس پر خود گواہ ہے۔ *5	7. And indeed he, to that, is himself a witness. *5

*5 That is his own conscience and his own deeds are a witness to it; then there are many disbelievers also who by their own tongue express their ingratitude openly, for they do not even believe that God exists to say nothing of acknowledging His blessings for which they may have to render gratitude to Him.

*5یعنی اُس کا ضمیر اِس پر گواہ ہے ، اُس کے اعمال اِس پر گواہ ہیں، اور بہت سے کافر انسان خود اپنی زبان سے علانیہ نا شکری کا اظہار کرتے ہیں ، کیونکہ ان کے نزدیک خدا ہی سرے سے موجود نہیں کجا کہ وہ اپنے اوپر اس کی کسی نعمت کا اعتراف کریں اور اس کا شکر اپنے ذمے لازم سمجھیں۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ﴿٨﴾	اور بیشک وہ محبت میں مال کی بہت شدید ہے۔ *6	8. And indeed he, for the love of the worldly wealth, is very intense. *6

*6 Literally He is most ardent in the love of *khair*. But the word *khair* is not only used for goodness and virtue in Arabic but also for worldly wealth. In Surah Al-Baqarah,

Ayat 180, *khair* has been used in the meaning of worldly wealth. The context itself shows where *khair* has been used in the sense of goodness and where in that of worldly goods. The context of this verse clearly shows that here *khair* means worldly wealth and not virtue and goodness. For about the man who is ungrateful to his Lord and who by his conduct is himself testifying to his ingratitude it cannot be said that he is very ardent in the love of goodness and virtue.

*6اصل الفاظ ہیں وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ۔ اس فقرے کا لفظی ترجمہ یہ ہو گا کہ "وہ خیر کی محبت میں بہت سخت ہے۔" لیکن عربی زبان میں خیر کا لفظ نیکی اور بھلائی کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ مال و دولت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ آیت ۱۸۰ میں خیر بمعنی مال و دولت ہی استعمال ہوا ہے۔ یہ بات کلام کے موقع و محل سے معلوم ہوتی ہے کہ کہاں خیر کا لفظ نیکی کے معنی میں ہے اور کہاں مال و دولت کے معنی میں۔ اِس آیت کے سیاق و سباق سے خود ہی یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اِس میں خیر مال و دولت کے معنی میں ہے نہ کہ بھلائی اور نیکی کے معنی میں، کیونکہ جو انسان اپنے ربّ کا ناشکرا ہے اور اپنے طرزِ عمل سے خود اپنی ناشکری پر شہادت دے رہا ہے، اُس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ نیکی اور بھلائی کی محبت میں بہت سخت ہے۔

أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ۙ ﴿٩﴾	تو کیا نہیں وہ جانتا جب نکالا جائے گا وہ جو قبروں میں ہے۔ *7	9. So does he not know when shall be brought out that which is in the graves. *7

*7 That is, the dead men will be raised back as living men from whatever state and wherever they would be lying buried in the earth.

*7یعنی مرے ہوئے انسان جہاں جس حالت میں بھی پڑے ہوں گے وہاں سے اُن کو نکال کر زندہ انسانوں

کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔

10. And shall be made manifest that which is in the breasts. *8	اور ظاہر کر دیا جائے گا وہ جو سینوں میں ہے ۔ *8	وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ﴿١٠﴾

*8 That is all the intentions, aims and objects, ideas and thoughts and the motives behind acts and deeds that lie hidden in the hearts will be exposed and examined in order to sort out the good from the evil. In other words judgment will not be passed only on the apparent and superficial as to what a man practically did but the secrets hidden in the hearts will also be brought out to see what were the intentions and motives under which a man did what he did. If man only considers this, he cannot help admitting that real and complete justice cannot be done anywhere except in the court of God. Secular laws of the world also admit in principle that a person should not be punished merely on the basis of his apparent act but his motive for so acting also should be seen and examined. But no court of the world has the means by which it may accurately ascertain the motive and intention. This can be done only by God: He alone can examine the underlying motives behind every apparent act of man as well as take the decision as to what reward or punishment he deserves. Then, as is evident from the words of the verse, this judgment will not be passed merely on the basis of the knowledge which Allah already has about the intentions and motives of the hearts, but on Resurrection Day these secrets will be exposed and brought out openly before the people and after a thorough scrutiny

in the court it will be shown what was the good in it and what was the evil. That is why the words *hussila ma fis-sudur* have been used. *Tahsil* means to bring out something in the open, and to sort out different things from one another. Thus, the use of *tahsil* concerning hidden secrets of the hearts contains both the meanings: to expose them and to sort out the good from the evil. This same theme has been expressed in Surah At-Tariq, thus: The Day the hidden secrets are held to scrutiny. (verse 9).

8*یعنی دلوں میں جو ارادے اور نیتیں ، جو اغراض و مقاصد، جو خیالات و افکار، اور ظاہری افعال کے پیچھے جو باطنی محرّکات (Motives) چھپے ہوئے ہیں وہ سب کھول کر رکھ دیے جائیں گے اور ان کی جانچ پڑتال کر کے اچھائی کو الگ اور برائی کو الگ چھانٹ دیا جائے گا۔ بالفاظِ دیگر فیصلہ صرف ظاہر ہی کو دیکھ کر نہیں کیا جائے گا کہ انسان نے عملاً کیا کچھ کیا، بلکہ دلوں میں چھپے ہوئے رازوں کو بھی نکال کر یہ دیکھا جائے گا کہ جو جو کام انسان نے کیے وہ کس نیت سے اور کس غرض سے کیے۔ اس بات پر اگر انسان غور کرے تو وہ یہ تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اصلی اور مکمل انصاف خدا کی عدالت کے سوا اور کہیں نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے لادینی قوانین بھی اصولی حیثیت سے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ کسی شخص کے محض ظاہری فعل کی بنا پر اُسے سزا نہ دی جائے بلکہ یہ بھی دیکھا جائے کہ اُس نے کس نیت سے وہ فعل کیا ہے۔ لیکن دنیا کی کسی عدالت کے پاس بھی وہ ذرائع نہیں ہیں جن سے وہ نیت کی ٹھیک ٹھیک تحقیق کر سکے۔ یہ صرف اور صرف خدا ہی کر سکتا ہے کہ انسان کے ہر ظاہری فعل کے پیچھے جو باطنی محرِّکات کارفرما رہے ہیں ان کی بھی جانچ پڑتال کرے اور اس کے بعد یہ فیصلہ کرے کہ وہ کس جزا یا سزا کا مستحق ہے۔ پھر آیت کے الفاظ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ فیصلہ محض اللہ کے اُس علم کی بنا پر نہیں ہو گا جو وہ دلوں کے ارادوں اور نیتوں کے بارے میں پہلے ہی سے رکھتا ہے، بلکہ قیامت کے روز اِن رازوں کو کھول کر علانیہ سامنے رکھ دیا جائے گا اور کھلی عدالت میں جانچ پڑتال کر کے یہ دکھا دیا جائے گا کہ ان میں خیر کیا تھی اور شر کیا تھا۔ اِسی لیے حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ تحصیل کے معنی کسی چیز کو نکال کر باہر لانے کے بھی ہیں، مثلاً چھلکا اتار کر مغز

نکالنا، اور مختلف قسم کی چیزوں کو چھانٹ کر ایک دوسرے سے الگ کرنے کے لیے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔
لہٰذا دلوں میں چھپے ہوئے اسرار کی تحصیل میں یہ دونوں باتیں شامل ہیں۔ اُن کو کھول کر ظاہر کر دینا بھی، اور
ان کو چھانٹ کر برائی اور بھلائی کو الگ کر دینا بھی۔ یہی مضمون سورۂ طارق میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ
يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ۔ "جس روز پوشیدہ اَسرار کی جانچ پڑتال ہوگی۔" (آیت ۹)۔

إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ﴿١١﴾	بیشک ان کا رب ان سے اس دن خوب واقف ہو گا۔ *9	**11. Indeed their Lord, of them on that day, shall be well informed.** *9

***9 That is, He will be knowing well who is who, and what punishment or reward he deserves.**

*9 یعنی اُس کو خوب معلوم ہو گا کہ کون کیا ہے اور کس سزا یا جزا کا مستحق ہے۔